ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کنزہ نوشیر
پی ایچ ڈی اسکالر لاہو کالج برائے خواتین یونیورسٹی جیل روڈ، لاہور
ڈاکٹر نورین رزاق
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی جیل روڈ، لاہور

اُردو ناول میں ثقافتی تنوع

(بہ حوالہ خصوصی پاکستانی خواتین ناول نگار)

Kinza Noshair
Ph.D Scholar, Lahore College for Women University, Jail Road, Lahore.
Dr.Noreen Razzaq
Assistant Professor, Lahore College for Women University, Jail Road, Lahore.

Culture Diversity in Urdu Novel

(With Reference to the Special Pakistani Female Novelist)

The novel expresses the ground realities and cultural activities of its time. The novelist derives his themes from life and society. These themes paint a picture of their era that reflects civilization and culture. Man cannot live without civilization and civilization cannot come into existence without man. In the drains of Pakistani women novelists, there is a mixture of Pakistani culture, Indian culture and mixed culture. Pakistani culture in which dance and music festivals, customs, literature, religion, art, fine arts, architecture, eating and drinking etiquette, nisht and barkha and traditions are deeply rooted. Seem to be intertwined in civilization and culture.

Key Words: *Significance, Civilization, Culture, Religious, Festival, Rituals, History.*

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ثقافت کسی بھی قوم کے ماضی اور حال کی عکاس ہوتی ہے لیکن کسی قوم کی ثقافتی اور ادبی تاریخ اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک قوم کی لسانی، معاشرتی، مذہبی اور سرگرمیوں کا جائزہ نہ لیا جائے۔ ادب جس مٹی سے بھی جنم لیتا ہے اس مٹی کی تہذیبی و ثقافتی مہک اُس میں رچی بسی ہوتی ہے۔ کسی علاقے کا ادب ہی اُس کی ثقافتی صورتِ حال کا صحیح ترجمان ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ادب کے دائرہ عمل میں اُن علاقوں کے مکینوں کا طرزِ زندگی، اندازِ فکر اور زبان کے ساتھ گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ جہاں ان کے عقائد کے متعلق معلومات ملتی ہیں وہاں ان کے کلچر، طرزِ بود و باش کی خصوصیات بھی اُجاگر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ دیگر اصنافِ سخن کی طرح ناول کسی بھی ملک یا معاشرے کی فکری، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی فضا کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ ناول کا متن زندگی کا وہ آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں انفرادی اور اجتماعی، سیاسی و سماجی صورتِ حال کے علاوہ کسی بھی ملک یا معاشرے کے کلچر کی سچی تصویر نظر آتی ہے۔ ناول نگار کسی بھی عہد، ملک، خطے یا معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں کو اپنی تحریروں میں بیان کرتا ہے۔ یہ تبدیلی تہذیبی و ثقافتی بھی ہو سکتی ہے اور سیاسی و معاشرتی بھی۔

اُردو ناول میں ابتدا سے تاحال جتنے بھی رجحانات سامنے آئے ہیں خواتین نے اپنے ناولوں کے ذریعے اُن سب کی ترجمانی کی ہے۔ پاکستانی خواتین ناول نگاروں نے مختلف موضوعات پر لکھا۔ عورت نے نفس و آفاق کے درمیان پھیلی ہوئی اس دنیا میں جو سوچا جو محسوس کیا اُس کو اپنی تحریروں میں سمو دیا۔ قیام پاکستان کے بعد اُردو ناول نے معاشرتی، سیاسی، ثقافتی اور معاشری حالات کے زیرِ اثر کئی رخ تبدیل کیے۔ خاص طور پر مشرقی، ہندی اور مغربی ثقافتوں کے تصادم نے نئے موضوعات اور سالیب کو جنم دیا۔ خواتین ناول نگاروں کے ہاں تہذیبی رجحان اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے ناولوں میں تہذیبی رو چلتی دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کے رسم و رواج، تہوار، مذہب اعتقادات، موسم اور رنگوں کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ ان کے ناول ہندو مسلم معاشرت کے خارجی اور داخلی عناصر کے ساتھ ساتھ تاریخی اور تہذیبی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔

خواتین ناول نگاروں کے ناولوں میں تاریخ و ثقافت کا حسین سنگم ملتا ہے۔ تقسیمِ ہند اور ہجرت کا سانحہ ان کی تحریروں میں جابجا نظر آتا ہے۔ ان کے ناولوں میں تاریخ و ثقافت کے بکھرنے اور کھو جانے کا المیہ موجود ہے۔ خواتین نے اپنے قوتِ مشاہدہ اور تخیل کے ذریعے برسوں پر محیط معاشرے کی تاریخ مرتب کی ہے۔ انھوں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی یعنی غدر کے واقعات، ۱۹۴۷ء کی تقسیم، سقوطِ ڈھاکہ اور جلیانوالہ باغ کے حادثے اور اس کے بعد رونما ہونے والے سانحات کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اسلامی تہذیب و ثقافت کی اساس مذہب ہے اور اس کی حدت کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمان ایک موتی کی لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔ اسلامی تہذیب کے احاطہ میں ایک مسلمان کے عقائد، معاملات، اخلاق اور حسنِ معاشرت شامل ہیں۔ مسلمان کی پیدائش سے وفات تک کے تمام مراحل جس میں بول چال، کھانا پینا، حلال و حرام کی تمیز وغیرہ شامل ہیں اسلامی کلچر کا حصہ ہوتے ہیں۔ پاکستانی خواتین ناول نگاروں کے ناولوں میں سب سے زیادہ جس ثقافت کی آئینہ داری اور ترجمانی دیکھنے کو ملتی ہے اوہ اسلامی تہذیب و ثقافت ہے۔ ان کے ناولوں میں اسلامی موضوعات کے پیشِ نظر اسلامی ثقافت اور طرزِ معاشرت کی نہ صرف واضح اور مربوط شکل دیکھنے کو ملتی ہے بلکہ اس ثقافت کو عصری زندگی کے ثقافتی مزاج سے ہم آہنگ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بازیافت کی بھی فکری کوشش کی گئی ہے۔ مسجد، اذن، نماز، دعا، نفلی عبادات اور صدقہ یہ تمام عناصر اسلامی ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس ضمن میں نثار عزیز بٹ، جمیلہ ہاشمی، رضیہ فصیح احمد، نشاط فاطمہ اور ناہید سلطان مرزا وغیرہ کے ناول دیکھے جاسکتے ہیں۔

شادی زندگی کی اہم ترین تقریب ہے اور ہر شخص ان موقعوں کو بڑی دھوم دھام سے مناتا ہے۔ مسلمانوں نے مائیوں بیٹھنے، گھوڑیاں گانے اور سہرا باندھنے جیسی رسموں کو اہلِ ہند سے لیا ہے۔ شادی سے کچھ روز پہلے مسلمانوں میں مائیوں بٹھانا ایک رسم ہے اس میں دلھن کو مانجھے بٹھانا پڑتا ہے۔ شای سے کچھ روز پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے ہاں دولھا دلھن کے گھروں میں ہم عمر لڑکیاں اور جوان عورتیں آپس میں مل کر سہاگ گیت گاتی ہیں۔ برات سے چند دن قبل سانچق اور مہندی کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ مصنفہ مہندی کی رسم کا نقشہ یوں کھینچتی ہیں:

> "مہندی کی رسم کے لیے گوٹے کناریوں سے آراستہ کرسی رکھی ہوئے تھی اور دوسری جانب اسٹیج پر جو پیٹرز کا بینڈ موسیقی کی دھن پر گا بجا رہا تھا۔ خواتین زرق برق لباسوں میں نظر آرہی تھیں۔ نہ صرف خوبصورت لباس تھے بلکہ بیوٹی پارلر سے میک اپ اور بال سیٹ کروائے تھے۔۔۔۔ مہندی کی رسم کے لیے شفق کو پنڈال میں لایا گیا۔۔۔ جو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

> پیٹرز نے مہندی کی رسم پر گیت گانا شروع کر دیا۔ سہلیوں نے ڈھولک سنبھال لیا ۔ سسرال والوں نے مہندی لگانی شروع کر دی۔ ساس کے بعد باری باری تمام رشتہ دار خواتین نے مہندی لگائی اور شگون کے طور پر مٹھائی کھلائی۔ سارہ حیرانگی سے سب کی جانب دیکھ رہی تھی۔ یہ رسم اس کے لیے نئی تھی۔"(۱)

بارات اور جشنِ عروسی کے موقع پر چہل پہل، مائیوں کی رسم، مہندی کی رسم، گھڑولی بھرنے کی رسم ، دلھن کا اقرار اور حق مہر وغیرہ کے ایسے جیتے جاگتے نقشے کھینچے ہیں کہ قاری اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے سکتا ۔ان کے ہاں شادی بیاہ کی تقریبات پر جو تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں اُس کا ایک لفظی مرقع طاہرہ اقبال کے ناول "نیلی بار" سے ملاحظہ ہو:

> "۔۔۔دلھن کی گھڑولی بھری جارہی تھی، رنگلی جھجھری کے منہ پر لال چندی میں گڑ اور چاول باندھ کے دھرے تھے ۔گھڑولی کے گلے میں ہرے اور عنابی رنگ کے پھندنوں والے گانے لٹکے تھے ۔چند قدم کوئی ایک سر پر رکھ کر چلتی تو دوسری باری لینے کوئی اتاؤلی ہو جاتی۔۔۔سات سہاگنوں نے سات پانیوں سے ست رنگے رروغن والی گھڑولی کو بھرنا تھا۔۔۔گہرے گہرے رنگ لپیٹے لڑکی والیاں سٹھنیوں کے زہر میں بجھے گیتوں کے تیروں سے لیس برات کے استقبال کو بڑھیں۔"(۲)

ہر قوم کا لوک ادب اس قوم کے ماضی کا امین ہوتا ہے جس سے ہمیں اس قوم، ملک اور علاقے کی تہذیبی و ثقافتی زندگی کے شب و روز کا پتہ چلتا ہے۔ لوک گیت بھی کسی معاشرے کی تہذیبی، معاشرتی اور سماجی رویوں کے عکاس ہوتے ہیں۔ان میں فطرت کی تمام تر رعنائیاں ڈھلی ہوتی ہیں۔ان میں لوگوں کے دلوں کے احساسات جو دل سے نکلتے ہیں کسی مصنوعی بناوٹ اور مصنوعی رنگ کے بغیر ہمارے سامنے آتے ہیں۔جن میں خلوص، سوز و گداز، فکر و تدبر کے رنگ اور زبان و بیان کی چاشنی و رنگینی ان کو دوامیت عطا کرتی ہے ۔یہ گیت ہمارے جذباتی رشتوں اور تہذیبی قدروں کا شفاف آئینہ ہوتے ہیں ۔شادی بیاہ کے گانوں کی قسمیں اور نوعیتیں بے شمار ہیں ۔شادی بیاہ کے ہزاروں گیت موقع محل کی مناسبت سے گائے جاتے ہیں جن میں مائیوں کے گیت، سہاگ گھوڑیاں، رخصتی کے گیت اور بابل کے گیت جن میں کاہے کو بیاہی بدیس رہے جیسے معروف گیت ہیں ۔ان میں علاقوں اور مختلف

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

معاشروں کے مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔اس ضمن میں خدیجہ مستوراور خالد حسین کے ناولوں میں مثالیں ملاحظہ ہوں:

"ارے بٹیا بڑی بڑی بٹیار خصتی ہو گئیں تم گاؤنا
کاہے کو بیاہی بدیس لکھیا بابل مورے
ماما کی بات پر جیسے کہرام مچ گیا"(۳)

"میری ڈولی نوں لگنے ہیرے نی ماں، میرا کاج سوارن ویرے نی ماں
اینا ویریاں توں میں گھولی نی ماں، جنہاں آپ کھڈایا جھولی نی ماں۔۔۔
میری ماں کو تو صرف ایک ہی گیت آتا تھا۔
کنکاں لمیاں دھیاں کیوں جمیاں مائے"(۴)

خواتین ناول نگاروں کی بڑی خوبی ان کی تحریروں میں تہذیبی و ثقافتی رچاؤ ہے۔وہ دیہاتی ثقافت کو خالص دیہات کی مٹی کی خوشبو میں رچا بسا کر بیان کرتی ہیں۔خواتین نے دیہاتی زندگی کی جانفشائی، محبت ایثار اور اس کے فطری حسن کو رومانوی انداز میں پیش کیا ہے۔خواتین نے گاؤں کے کھیتوں، کھلیانوں، کچی پکی پگڈنڈیوں، ٹاہلی کے درخت، بکائن، رات کی رانی کے مناظر فطری بہاؤ کے ساتھ جوڑے ہیں۔گاؤں کے کچے مکانات اُن میں رہنے والے زمیندار۔لوہار، کمہار اور جاگیر دار سب کا ذکر کیا ہے۔انھوں نے دیہاتی طرزِ معاشرت، تہذیب و ثقافت اور مسائل و مشکلات کی عمدہ عکاسی کی ہے۔دیہاتی زندگی کا ماحول، فضا، نام نہاد اقدار، رسوم و رواج، جاگیر دارنہ نظام، ذات برادری اور دیگر کئی پہلوؤں کی کامیاب اور ہمہ گیر تصویر کشی ملتی ہے۔دیہاتی زندگی کے روشن اور تاریک سبھی پہلوؤں کی عکاسی ان کے ناولوں میں ملتی ہے۔جہاں سماجی اور ثقافتی رنگ دیکھا جا سکتا ہے:

"دیہات کی پوری فضا ایک فطری نغمے اور موسیقی سے بسی ہوئی تھی۔علی الصباح گھروں سے اُڑ اُڑ کر آتی ہوئی چکی کی گھر رگھر رکے ساتھ پیسنے والیوں کے گیت، کنوؤں میں ڈوبتے ہوئے ڈولوں اور لوٹوں کی بُلق بُلق چرخی پر لپٹتی ہوئی رسی کی سرر سرر او رر ہٹ کی روں روں، پھر رات کے سکون میں نہر کے پانی کی شل شل اور سب پر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

مُستزاد چلنے پھرنے والیوں کے جھانجن، پایلوں اور بچھوؤں کا بجنا یہ سب کیا کچھ تھا؟ نغمہ پیہم اور ابدی موسیقی جس کی گت کسانوں کے ہاتھ چلتے تھے وہ زمینوں کا سینہ چیر کر کچا سونا نکالتے تھے۔۔۔ گرمی ٹولے کی کچی دیواروں پر سے اُڑتی ہوئی ڈھولک کی دھمک دھمک میں فضا کا سارا بوجھل پن اور گرمی تحلیل ہو جاتی۔ تھالی کٹرا بجنے لگتا اور بھولے بھالے البیلے نغمے بکھر جاتے۔"(۵)

مٹی کے برتنوں کی تاریخ قدیم ترین تہذیبوں سے ملتی ہے۔ پاکستان مین وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مٹی کے برتن بنانے کا فن ختم ہوتا جارہا ہے اس کی جگہ دیہات، پلاسٹک اور چائنہ کے برتنوں نے لے لی ہے۔ قدیم دور میں مٹی کے برتنوں میں گھڑے، ہانڈیاں، گلاس، پیالے، گل دان مٹی کے بنائے جاتے تھے۔ مٹی کے برتن ہماری ثقافت کا لازمی جزو ہیں۔ جدید دور میں لوگ اپنی قدیم اور معاشرتی ثقافتی روایات سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ ناول "سنہری گہیوں" میں مصنف نے فینی کے کردار کے ذریعے دیہاتی کلچر کی دم توڑتی ثقافت کو بیان کیا ہے۔ مٹی کی ہانڈی، کچی دیواریں، مٹی کے چولہے دیہاتی کلچر کی عکاسی کرتے ہیں:

"مٹی کی چھوٹی چھوٹی ہانڈیوں میں سرسوں کے زرد پھول لگے تھے اور تیز رنگوں کے چار خانوں کے پردے ان دو مختصر سے کمروں میں پڑے تھے اور پٹھوں کی چکیں کچی دیواروں پر فینی نے ٹھونکی تھیں اور نیچے فرش پر موٹی موٹی چٹائیاں بچھی تھیں اور وہیں گاوں کی رنگ برنگی ہانڈی اور پلیٹ دیوار پر ٹنگی تھی۔ یہ سب فینی نے اپنے ہاتھوں سے کیا تھا۔ درخت کے گدوں کو کٹوا کر بیٹھنے کی تپائیاں بنوائی تھیں اور اب وہ اطمینان سے باورچی خانے میں مٹی کے تیل کے چولہے پر رس بھری کا جام بنا رہی تھی۔"(۶)

حقّہ ہماری تہذیب و ثقافت کا آئینہ دار ہے۔ خواتین نے حقّہ پینے کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا ہے اور کئی طرح کے تہذیبی رویوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ خواتین کے ناول اُن کے الفاظ کے چناؤ سے تہذیب و ثقافت کی خوشبو آتی ہے۔ حقّہ تمام افراد کو ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرتا ہے۔ حقّہ ہماری تہذیب و ثقافت کی ایسی نشانی ہے جو آہستہ آہستہ ماضی کا حوالہ بنتی جارہی ہے۔ عموماً بستی یا گاؤں کے بزرگ چوپالوں یا اداروں پر کسی خوشی یا غم کے موقع

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

پر اکھٹے ہوتے تو دائرے میں گھومنے والا حقّہ ان کے اتحاد کی علامت بنتا تھا۔ باری باری سب حقّے کا کش لگاتے اور اپنے گائوں کے دکھ سکھ بانٹتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں حقّہ کی گڑ گڑاہٹ محفلوں کی جان ہو کرتی تھی۔ حقّہ ایک شغل اور فرصت کے چند لمحات کا ساتھی سوچ اور تخیل کو مہمیز دینے کے لیے ایک سکون کا وقفہ ہے۔ اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حقّہ سازی کی طرف رجحان کم ہوتا جارہا ہے۔ الطاف فاطمہ کے ناول "دستک نہ دو" میں مصنفہ ارجمند کے کردار کے زریعے حقّے کی ثقافتی اہمیت کا ذکر کرتی ہیں:

> "اس خیال کے آتے ہی اس کا دل آزار دہ ہو گیا۔۔۔ جہاں وہ صبح شام بیٹھ کر حقّہ پیتے اور اخبار دیکھا کرتے تھے۔ سجے ہوئے نیچے والے حقّے کی چاندی کی منہال منھ لگائے وہ آرام کرسی پر دراز تھے۔ انھوں نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور کسی گہری سوچ میں تھے۔ ان کے چاروں طرف حقّے کی سوندھی مہک تھی اور سامنے میز پر تازہ اخبار کے ساتھ مولانا روم بھی کھلی رکھی تھی۔"(۷)

تانگے کی سواری ایک طویل تاریخی و ثقافتی پس منظر رکھتی ہے۔ ماضی کی شاہی سواری تانگہ وقت کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے پایا۔ گھوڑے کی مخصوص چاپ زمانے کی گردش میں کہیں کھو گئی ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور کا انسان اپنی ثقافتی حیات کو سامنے رکھتے ہوئے جب غور و فکر کرتا ہے تو ماضی کی ثقافتی اشیا پر رشک کرتا ہے جن کی وجہ سے انسان نے اپنی ثقافتی اور تمدنی حیات کی بنیادیں استوار کیں۔ آج کے ماحول میں روایتی تانگے کی سواری ایک طویل تاریخی اور ثقافتی پس منظر کی طرف ہماری سوچوں کو منتقل کرتی ہے۔ قدیم دور میں شہری اور دیہاتی زندگی میں نقل و حرکت اور مختصر سفر کے لیے تانگے کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ تانگہ قدیم کلچر کی عکاسی کرتا اور پنجاب کی ثقافت کو نمایاں کرتا ہے۔ قدیم دور میں تانگے کی ثقافتی اہمیت کے حوالے سے مثال ملاحظہ ہو:

> "مسعود تانگے لایا اور جب سب بیٹھنے لگے تو اس نے گیتی کو اسی تانگے میں بیٹھایا جس میں وہ خود بیٹھا تھا۔ کشادہ سڑکوں اور شام کی خنک ہوا نے اس تکلیف دہ احساس کو ختم کر دیا تھا۔۔۔ اور ہاں گیتی: وہ کہاں گیا صفدر لیو چو۔۔۔ ہاں ہاں وہ ابھی تک آتا ہے کبھی کبھی۔۔۔"(۸)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کھیلیں بھی کسی ملک کی ثقافت کو نمایاں کرنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ جدید دور میں انسان نے بے شمار کامیابیاں اور ترقی حاصل کی وہیں اپنی معاشرتی اقدار، ثقافت اور رسم ورواج سے بھی دور ہو گیا ہے۔ پنجاب کے کھیلوں، میلوں ٹھیلوں پر جدت کا رنگ غالب آ گیا ہے۔ گلی ڈنڈا پنجاب میں بچوں اور لڑکوں کا مقبول کھیل ہے۔ اس کھیل میں کھلاڑیوں کی تعداد میں کوئی پابندی نہیں ہوتی ہے۔ اب یہ کھیل پنجاب کے چند ایک دیہات تک محدود ہے ۔اس کے علاوہ شٹاپو کا کھیل ہے آہستہ آہستہ یہ کھیل بھی معدوم ہو گیا ہے۔ کھیلیں، رسم ورواج، تہوار اور میلے کسی بھی خطے کی ثقافت کو اُجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہر تہوار مذہبی، تاریخی اور ثقافتی پسِ منظر رکھتا ہے ۔میلے بھی سماجی تقریب یا تہوار کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ ان کی مذہبی اہمیت بھی ہوتی ہیں لیکن بہت سے میلے ایسے ہیں جو مقامی رسم ورواج یا کسی خوشی کے موقع پر منعقد ہوتے ہیں۔ ایسے میلے اپنی ایک معاشرتی و ثقافتی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ میلے عوامی میل جول، یگانگت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہیں:

> "کہتے ہیں اس زمانے میں شہر کے بیچوں بیچ ہر سال منڈی لگتی تھی ۔۔۔اور ایک میلہ بھی لگتا جس میں طرح طرح کی تفریح کا سامان بھی ہوتا تھا۔ گھگھو گھوڑے، رنگین تیلیوں سے بنی چھابیاں اور جھنجھنوں کے ساتھ گُڑ اور تِلوں کی مٹھائیاں اور مٹی کے کورے گھڑوں اور ہانڈیوں کے علاوہ چرخ چوں کرتے ہنڈولے اور گنے کی رہو نکالتے بیلنے سبھی کچھ ایک رنگین بساط ایسا بچھا ہوتا۔ پنجابی کُھسے جن پر شوخ ہرے، سرخ اور فیروزی اور بسنتی پھمن لگے ہوئے اصلؒ چمڑے کی بُو پھیلاتے ۔۔۔شوخ لاچے اور گھیر دار گھگرے اور لمبے کُرتوں اور کانوں میں جھولتی چاندی کی بالیوں اور رنگین موتی تِلے دار پراندوں میں لدی ٹیاریں۔ سرگودھا، خوشاب، جھنگ اور راوی کنارے کی بولی میں ہانک لگاتی کھنکھناتی پھرتیں۔۔۔شہر کی جوان لڑکیاں آس پاس کے گھروں کی چھتوں اور منڈیروں سے دل تھام کے ان کا نظارہ کرتیں۔ یہ منڈی تو دس بارہ دن رہتی۔ گھبرو جوان اپنا جلوہ دیکھا، تجارت سمیت، لوٹ جاتے اور بہت سے معصوم دلوں کا آزار میں مبتلا کر جاتے۔"(۹)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

دنیا میں بہت سی ثقافتیں پائی جاتیں ہیں ہر ملک کی اپنی اقدار اور ثقافت ہے۔پاکستان میں مختلف ثقافتیں پائی جاتیں ہیں اور سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور سب کے اپنے الگ معیار ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ بہت سے لوگوں نے ان کو ثقافتوں مغربی ثقافت میں ضم کرنے کی کوشش کی ہے۔جوں جوں زمانہ ترقی کے مراحل طے کر رہا ہے جدیدیت کے نام پر ہماری معاشرتی قدار وروایات اور ثقافت دھندلاتی جارہی ہے۔سماج اپنے کلچر سے دور ہو کر مغربی تہذیب کی مصنوعی چمک دمک کی طرف مائل ہو رہا ہے۔جیسا کہ کھانوں میں فاسٹ فوڈ، برگر، شوارما وغیرہ کی طرف رجحان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اور ہم اپنے روایتی دیسی پکوانوں کو بھولتے جارہے ہیں۔ ہمارا طرزِ زندگی، رہن سہن، لباس، بول چال کا انداز وغیرہ سب مغربی ثقافت میں دن بہ دن ڈھلتے جارہے ہیں۔خواتین نے اپنے ناولوں میں زوال پذیر معاشرے پر تنقید کی ہے۔مشرقی سماج جب مغربی ثقافت کی اندھا دھند تقلید کرتا ہے تو وہ تہذیبی و ثقافتی سطح پر انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے۔مغربیت کا لبادہ اوڑھ کر ماڈرنزم کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ثقافتی اقدار و روایات کی ٹوٹ پھوٹ کا شکار معاشرہ اور نئی نسل کے کھوکھلے پن کا تذکرہ خواتین کرداروں کی زبانی سناتی ہیں۔وہ تہذیب و ثقافت کا بیان اس انداز میں کرتی ہیں کہ معاشرے کی سچی رتصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ قاری اپنے آپ کو اُس کے ماحول اور ثقافت کا باسی سمجھنے لگتا ہے۔وہ اپنے مخصوص انداز میں مشرق و مغرب کی ثقافت کو پیش کر کے بے شمار حقیقتوں کا انکشاف کرتی ہیں:

> "مجھے وہ نئی پود کے ان نمائندہ لڑکوں میں سے لگتا تھا، جن کے والدین پاکستان آکر امیر ہوئے۔ایسے والدین جن کا کلچر مغربی نہیں تھا۔اب وہ لوگ گھروں میں کھڈیو والے فلش کی جگہ کموڈ استعمال کرتے تھے۔صوفہ سیٹ کھانے کی میز، ٹی وی، گیزر، ائیر کنڈیشنڈ، آرائش اور سہولت کے تمام gadgets کے عادی تھے۔ان آرام دہ گھروں میں پلنے والے لڑکے لڑکیاں محض فیشن کے طور پر non.confirmist تھے۔ حیدر بھی ایک ایسا ہی غیر مقلد ہے۔حیدر اور اس کے ہم خیال پہلے گستاخی کرتے ہیں پھر پرانے زمانے کے لوگوں کی طرح گھر سے بھاگ نہیں جاتے۔بلکہ آرام دہ زندگی کے عادی یہ لوگ بہت جلد والدین سے معافی مانگ لیتے ہیں۔گفتگو کی حد تک سو شلسٹ اور رہن سہن کے اعتبار سے بورژوا ہوتے ہیں۔انھیں گھروں میں آرام دہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

سلیپر، کھلے کپڑے، نیم دراندازِ نشست، ہائی فائی میوزک، جوس جنسِ مخالف کی کمپنی، امریکی رسالوں کی سیر، لمبے لمبے فون، چھوٹی چھوٹی بے معنی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ انھیں ہم برگر، کولڈ کافی، ڈسکو میوزک۔ موٹر سائیکل سواری، پورنو کتابیں، کلچر مباحثوں کا شوق ہوتا ہے۔۔۔ داڑھیاں رکھنا، ہیلمٹ جیسی ٹوپیاں پہننا، فارن لہجے میں انگریزی بولنا قصبات اور دیہاتی کلچر کو قومی سالمیت کی جان سمجھنا، لیکن قصبات سے دور بھاگنا ان کے محبوب faits ہیں۔ اگر یہ باپ کے status سے متاثر نہ کر سکیں تو انگریزی کی جیبی پستول خوب استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی باغی نہیں ہوتے ۔۔۔ محبت ان کو بار بار ہوتی ہے"۔ (۱۰)

خواتین نے ناول نگاروں نے اپنے ناولوں میں مشرقی اور مغربی کلچر کا موزانہ کر کے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کس طرح مغربی ثقافت مشرقی ثقافت کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ مشرقی سماج ترقی کے حصول کے لیے مغرب کا رخ کرتا ہے۔ مغربی معاشرت میں اخلاقی اور روحانی اقدار پر مادی وسائل کو اہمیت دی جاتی ہے تو دوسری طرف مشرقی سماج، کلچر، مذہب، اخلاقیات، روحانیت اور اقدار و روایات میں گُندھا ہوا ہے۔ اب وقت گزرنے کے ساتھ مشرقی کلچر پر مغربی کلچر کی یلغار ہے۔ مغربی ثقافت میڈیا کے ذریعے اس قدر وسعت اختیار کر گئی ہے کہ گلوبلنگ معاشرہ تشکیل پا رہا ہے۔ نوجوانوں کے ذہنوں پر مغربی کلچر اس طرح فروغ پا رہی ہے کہ وہ اپنی ثقافت سے دوری اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اس ضمن میں بانو قدسیہ ناول "حاصل گھاٹ" میں نئی نسل کے کھوکھلے پن او مغربی کلچر کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"نئی ترقی کی تمام تر توجہ پنجرے پر ہے۔۔۔ انسان اپنے جسم اور اس کی ضرورتوں میں اس درجہ مگن ہو گیا کہ اسے اس جسم کی کوٹھڑی میں مبحوس قیدی کی پرواہ نہیں رہی ۔ کھانا، پہننا، اوڑھنا، بچھونا اب priority میں مقدم ہیں۔ وہ جسم سے وابستہ ہو کر بازاروں کا رمتاجوگی بن گیا ہے۔ انڈسٹری، میڈیا، انٹرنیٹ بہ بانگِ دہل انسان کو اس کی ضرورتوں کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ اب خواہشات کو دَبانا، مسابقت سے پرہیز کرنا فساد سے ہاتھ اُٹھانا نئی ترقی کے گناہ ہیں۔ تمام رشتے اِقدار، رسم ورواج، تہذیبی

فارمولے ،مذہبی احکامات منہ اُٹھائے ،انسان سے علیحدہ علیحدہ گھومتے پھرتے ہیں ۔۔۔نئی ترقی کے پاس وہ بلڈوزر ہے جو مذہبی باڑھوں کو اُکھاڑتا پچھاڑتا ہموار کرتا چلا جاتا ہے ، اس کی پرواہ نہیں ۔۔۔اقدار،رسم ورواج ،مذہب کے پھول اکھاڑہ کر وہ گھاں گھاں کرتا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔"(۱۱)

مجموعی حوالے سے پاکستانی خواتین کے ناولوں کے موضوعات پر نگاہ ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ہر دور کی مذہبی، سماجی، سیاسی، ثقافتی تبدیلیوں نے اس میں نئے اضافے کیے ہیں۔ خواتین اپنے پورے نسائی شعور کے ساتھ موضوع کا حق ادا کرتی ہیں اور حیات کے کسی ایک گوشے تک خود کو محدود نہیں رکھا بلکہ حیات و کائنات کے ہر پہلو کا بغور جائزہ لیا۔ انھوں نے تہذیب و ثقافت ، سیاست ، سماج ، تاریخ ،اساطیر اور مذہب کے حوالوں کے ساتھ اپنے اسلوب میں انفرادیت پیدا کی ہے۔ خواتین ناول نگاروں کے ہاں ہمیں مشرقی، مغربی اور مخلوط ثقافت کے مظاہر جابجا نظر آتے ہیں۔ انھوں نے مٹتی ہوئی تہذیبی و معاشرتی اقدار سے پیدا شدہ صورتِ حال کو موثر انداز میں بیان کیا ہے ۔ جس سے اُن کے دانش ورانہ فکر کے کئی زوایے نمایاں ہوتے ہیں۔ اُردو ناولوں میں تقسیم سے قبل اور تقسیم ہند کے بعد کے سماج، طرزِ معارت اور لوگوں کی عادات و خصائل کا جائزہ خواتین نے مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے ملک کی عصری ثقافت کو اپنے فن پاروں میں سمیٹا بلکہ روایتی ثقافت کے ساتھ ہم آہنگی بھی قائم کی ہے۔ انھوں نے اپنی بساط بھر کوشش سے زندگی کے متنوع ثقافتی پہلوؤں کو اپنے ناولوں کے صفحات میں محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے کی حسین کوشش کی ہے ۔ مجموعی طور پر پاکستانی خواتین ناول نگاروں کے ہاں مشرقی ، مغربی اور مخلوط ثقافت کے مظاہر جابجا نظر آتے ہیں۔ انھوں نے مٹتی ہوئی تہذیبی و معاشرتی اقدار سے پیدا شدہ صورتِ حال کو موثر انداز میں بیان ہے۔ ان کی تحریروں مختلف تہوار ، رسم ورواج اور اقدار و روایات کے اعلیٰ نمونے بڑے دلچسپ انداز میں ملتے ہیں جو تہذیب و معاشرت اور رویوں کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ بلقیس ریاض۔ پہنچی وہیں پہ خاک۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، س ن۔ ص ۱۱

۲۔ طاہرہ اقبال۔ نیلی بار۔ اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء۔ ص ۸

۳۔ خدیجہ مستور۔ آنگن۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء۔ ص ۶۴

۴۔ خالدہ حسین۔ کاغذی گھاٹ۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء۔ ص ۴۳

۵۔ الطاف فاطمہ۔ دستک نہ دو۔ لاہور: فیروز سنز، ۱۹۸۷ء۔ ص ۴۷۳، ۴۷۲

۶۔ نشاط فاطمہ۔ سنہری گہیوں۔ لاہور: مکتبہ جدید، ۲۰۱۹ء۔ ص ۱۷۸

۷۔ الطاف فاطمہ۔ دستک نہ دو۔ لاہور: فیروز سنز، ۱۹۸۷ء۔ ص ۲۴۷

۸۔ ایضاً۔ ص ۱۷۲، ۱۷۱

۹۔ خالدہ حسین۔ کاغذی گھاٹ۔ ص ۱۱

۱۰۔ بانو قدسیہ۔ راجہ گدھ۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء۔ ص ۱۶۴، ۱۶۳

۱۱۔ ایضاً۔ حاصل گھاٹ۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔ ص ۱۶